صرف قائد کا پاکستان بنانا ہے

تحریر: سہیل احمد لون

یورپ، برطانیہ، امریکہ اور کینیڈا جیسے ترقی یافتہ ممالک میں تیسری دنیا کے لوگوں کی کثیر تعداد مختلف وجوہات کی بنا یہاں آ کر آباد ہونے کی کوشش میں مصروف رہتی ہے۔ یہ ممالک اکثر وبیشتر امیگریشن کا کوئی ایسا قانون بھی متعارف کرواتے رہتے ہیں جن کی بنیاد پر یہاں پر مقیم غیر ملکی باشندوں کو ملک میں رہنے کا کوئی نہ کوئی قانونی جواز مل جاتا ہے۔ غیر ملکیوں کے لیے ایسے رعایتی قوانین کی افواہ پر ہی لوگ وہاں پہنچنے شروع بھی ہو جاتے ہیں۔ اس وقت بھی سپین، اٹلی، یونان، برطانیہ، میں ہزاروں پاکستانیوں سمیت دیگر ممالک کے باشندے بھی کسی رعایتی قانون کے منتظر ہیں۔ ترکی کے شہر استنبول میں بھی غیر ملکیوں کی ایک کثیر تعداد یورپ میں کسی طریقے سے داخل ہونے کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگانے کیلئے تیار بیٹھی ہے۔ گزشتہ دو دہائیوں سے ترکی کے یورپین بلاک میں شامل ہونے کی آس میں کئی پاکستانی استنبول گئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ کچھ تو باقاعدہ انسانی سمگلنگ کے نامور ایجنٹ بن چکے ہیں۔ ایک وقت تھا جب لوگ صرف بہتر معاش کی تلاش میں پاکستان کو خیر باد کہنے کا کڑوا گھونٹ پیتے تھے۔ جن کی معاشی حالت بہتر تھی وہ لوگ پڑھائی، سیر و تفریح یا کاروبار کے لیے بیرون ممالک میں جاتے تھے۔ مگر وقت اور ملکی حالت نے آج ہمیں اس موڑ پر لا کھڑا کر دیا ہے جہاں پر غریب اپنی غربت کی وجہ سے اور امیر دولت کی وجہ سے اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرنے لگے ہیں، فنکار انڈسٹری کے تباہ ہونے کی وجہ سے اور کھلاڑی اپنے ملک میں بہتر مواقع نہ ملنے کی وجہ سے اس کو خیر باد کہہ رہے ہیں۔ اقلیتیں اکثریت کی ناانصافیوں کی وجہ سے اور سیاست دان آمروں کی وجہ اور آمر جمہوریت کے انتقام کی بنیاد پر وطن عزیز سے باہر جا کر آباد ہونے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ یورپ، برطانیہ، کینیڈا، امریکہ میں غیر ملکیوں کو امیگریشن کے قانون میں خصوصی رعایت دیکر شہریت دینے کا رواج عام ہے مگر گزشتہ ہفتے بھارت نے بھی اپنے آپ کو اس صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ بھارتی حکومت نے یہ اعلان کیا ہے کہ وہ ان پاکستانی ہندوؤں کو جو ستمبر 2004ء سے قبل پاکستان چھوڑ کر بھارت آئے تھے انہیں بھارتی شہریت دینے کے لیے تیار ہے۔ اس کے لیے بھارتی حکومت نے شہریت لینے کے لیے فیس بھی بڑھا کر 4000 سے 20000 روپے کر دی ہے۔ اس قانون کے تحت بھارتی شہریت لینے والے امیدوار پاکستانی ہندوؤں کی تعداد 900 سے تجاوز کر چکی ہے۔ بیس ہزار روپے فی کس بھارتی شہریت لینے کے امیدواروں کے لیے خاصی بڑی رقم ہے کیونکہ ان ہندوؤں کا تعلق غریب گھرانوں سے ہے۔ کچھ مقامی مخیّر حضرات نے ان کی اس معاملے میں مدد کرنے کی یقین دہانی کرائی ہے۔ بھارت سے افتخار عارف آ کر پاکستانی شہریت لے کر یہاں آباد ہو جاتے ہیں یا پاکستان سے عدنان سمیع بھارتی شہریت لے کر وہاں آباد ہو گئے تو ان کے محرکات میں فرق تھا۔ مگر جن محرکات کو بنیاد بنا کر ہندوؤں نے پاکستان چھوڑ کر بھارت جا کر وہاں کی شہریت لینے کی خواہش کا اظہار کیا وہ لمحہ فکریہ ہیں۔ پاکستان میں مقیم ہندوؤں نے قیام پاکستان کے وقت پاکستان میں رہنے کا فیصلہ اس بنیاد پر کیا تھا کہ قائداعظم نے اقلیتوں کو وہی حقوق دینے کا اعلان کیا تھا جو اکثریت کو حاصل ہیں۔ گزشتہ دنوں ہندوؤں کی کثیر تعداد پاکستان سے بھارت جا رہی تھی تو میڈیا میں یہ خبر آنے پر کہ وہ بھی

پاکستان کو خیر باد کہہ کر جا رہے ہیں، حکومتی سطح پر نوٹس لیا گیا۔ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ پاکستان بنانے میں اقلیتوں کے آباءواجداد نے بھی اتنی ہی قربانیاں دیں تھیں جتنے اکثریت کے آباؤ اجداد نے...... ! پھر ان کو ان کے حق سے محروم کیوں کیا جا رہا ہے؟ انہیں کو ٹارگٹ کیوں بنایا جاتا ہے؟ توہین رسالت اور قرآن پاک کی بے حرمتی کے لاتعداد واقعات منظر عام پر آ چکے ہیں۔ جب اس کا قانون بنا دیا گیا تو اس پر عمل کرنا اور کروانا ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ مگر اس قانون کی آڑ میں آج تک بے گناہوں کو عبرت ناک موت مارا جا چکا ہے جس میں اقلیتوں کے علاوہ مسلمان بلکہ حافظ قرآن مسلمان بھی شامل ہیں۔ اکثر کیسوں میں بعد میں پتہ چلا کہ معاملہ توہین رسالت یا توہین قرآن پاک کا نہیں بلکہ کچھ اور تھا۔ حال ہی میں رمشاء مسیح کو بھی اسی پاداش میں قانون کے حوالے کیا گیا کہ اس نے مبینہ طور پر قرآن پاک کا نسخہ جلایا ہے۔ رمشاء مسیح کی عمر ابھی چودہ برس ہے جس کا ذہنی توازن بھی ٹھیک نہ ہونے کے شواہد ملے ہیں۔ اس معاملے کو بین الاقوامی میڈیا نے بھی خوب ہوا دی جس کے بعد صدر زرداری نے خود اس کا نوٹس لیا جس سے رمشا مسیح کی جان فی الحال محفوظ ہے۔ قائداعظم نے تو پاکستان چلانے کے لیے تین اصول بتائے تھے ان میں ایک ''اتحاد'' بھی ہے۔ اتحاد سے مراد ساری قوم کا اتحاد ہے جو تمام علاقائی، نسلی، لسانی، مذہبی، فرقوں، ذات پات، رنگ، مالی حیثیت اور معاشرے میں مقام سے بالاتر ہو۔ ایک وقت تھا جب منٹو پارک لاہور (اقبال پارک) میں مختلف فرقوں کے لوگ ایک ہی دن نماز عید بغیر کسی سیکیورٹی کے بلاخوف ادا کر رہے ہوتے تھے۔ آج حالت یہ ہو چکی ہے عید گاہ کب قربان گاہ بن جائے کسی کو پتہ نہیں۔ محرم کے جلوس پر دہشت گردی، درباروں میں دھماکے، عید گاہوں میں بم بلاسٹ، حساس اداروں کے ہیڈ کوارٹرز سمیت ان کے مختلف ٹھکانوں پر حملے، پولیس، رینجرز اور فوج پر تواتر کے ساتھ حملے دنیا میں پاکستان کے لیے بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔ کچھ عرصہ سے ٹارگٹ کلنگ کے واقعات میں لقمہ اجل بننے والوں کی تعداد کی اکثریت کا تعلق ایک مخصوص فرقے سے ہے۔ انہیں بسوں سے اتار کر شناخت کے بعد بھی گولی ماری گئی اور ذاتی کار میں کام پر جاتے ہوئے بھی گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ مارنے والا کون ہے ؟ مارنے کی وجہ کیا ہے؟ اس بات کا آج تک پتہ نہیں چل سکا۔ عید الفطر کے موقع پر بھارت کی ریاست اتراکھنڈ کے ایک قصبے میں سکھوں نے اپنا گردوارا مسلمانوں کو عید کی نماز ادا کرنے کے لیے پیش کر دیا۔ کاش وطن عزیز میں بھی فرقہ واریت، مذہبی انتہا پسندی کو بالا طاق رکھ کر ہر پاکستانی شہری کو ایک عام انسان کی طرح تمام حقوق دیے جائیں۔ کشمیر آزاد کروانے کا دعوی تو ہم کر دیتے ہیں مگر جو پاکستان قائداعظم نے ہمیں ہمارے بزرگوں کی قربانیوں اور دعاؤں سے آزاد کروایا اس کو دولخت تو ہم کر چکے باقی ماندہ کو بچانے کے لیے قومی سطح پر اتحاد کی ضرورت ہے۔ وطن عزیز میں ہر شہری کو خواہ اس کا تعلق کسی مذہب، فرقے یا مسلک ہو اسے مکمل مذہبی آزادی ہونی چاہیے۔ ہر شہری کی جان و مال کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری ہے جس سے وہ روگردانی نہیں کر سکتی۔ باہمی اتحاد کی عدم موجودگی میں ایٹمی طاقت ہونا بھی کوئی معنی نہیں رکھتا۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے جب کوئی گروہ، نسل، مذہبی پیروکار کسی ریاست میں اپنے آپ کو حدف محسوس کرنا شروع کر دیں تو ان میں اپنے لیے الگ ریاست کی تحریک جنم لینا شروع کر دیتی ہے۔ ابھی تو صوبوں کی تقسیم پر باتیں اور جھگڑے ہو رہے ہیں، اگر حالات ایسے ہی رہے تو ہر مذہب اور مسلک کے لوگ بھی اپنے لیے الگ ریاست کا مطالبہ شروع کر دیں گے۔ ملک کو مزید تباہی سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ باہمی اتحاد کے ذریعے ملک دشمن عناصر کے غلیظ عزائم کو پورا نہ ہونے دیا جائے اور اسے فوری بنیادوں پر اس

حساس معاملے کی طرف توجہ دے کر اس کا سد باب کیا جائے۔اور پاکستان کو ہنگامی بنیادوں پر قائد کا پاکستان بنایا جائے یہی تمام مسائل کا واحد حل ہے۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

01-09-2012.